

جملہ حقوق بحق شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند محفوظ ہیں

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب دامت برکاتہم  
مہتمم دارالعلوم دیوبند

زیر انتظام

بدرالدین اجمل علی القاسمی، رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند

سلسلہ مطبوعات شیخ الہند اکیڈمی (۳۴)

نام کتاب : الرأى النجیح فی عدد رکعات التراويح  
تالیف : قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ  
کمپیوٹر کتابت : محمد عیاض قاسمی، دیوبند  
سن اشاعت : ۱۴۲۸ھ  
صفحات : ۳۲  
تعداد اشاعت : بار اول، گیارہ سو  
ہدیہ : =

ناشر

شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند

فون: 01336-222429



اللہ یجتبیٰ الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب ط

# الرأى النجیح

فی عدد

## رکعات التراويح

تصنیف لطیف

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ

ناشر

شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند

فون: 01336-222429

## حرفِ صداقت

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ہمارے قابلِ فخر بزرگوں میں ہیں اور علم و عمل اور خلوص و دیانت کی جن بلندیوں پر فائز ہیں وہاں تک پہنچنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں، یہ بلند مرتبہ تو حق تعالیٰ اپنے خاص بندوں ہی کو عطا فرماتے ہیں، حضرت مولانا گنگوہیؒ قدس سرہ کے اکثر مضامین حالات کے پیش نظر لوگوں کے سوالات کے جواب میں لکھے گئے ہیں، جن میں حتی الامکان اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر بات کا جواب کتاب و سنت و حضرات صحابہؓ کے معمولات کی واضح روشنی میں لکھا جائے، کسی کی دلآزاری نہ کی جائے، جو بات حق ہے اس کو حق ہی لکھا جائے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی کتابیں پڑھنے کے بعد طالب حق کے لئے کوئی پریشانی نہیں رہتی۔

زیر نظر کتاب میں حضرت مولانا گنگوہیؒ قدس سرہ نے اس سوال کے جواب میں کہ کیا نماز تہجد اور نماز تراویح ایک نماز کے دو نام ہیں یا دونوں الگ الگ نمازیں ہیں؟ اس کا جواب نہایت عمدہ اور حقیقی انداز میں دیا گیا ہے، دونوں نمازیں ایک نہیں ہیں بلکہ الگ الگ ہیں، جنہوں نے انہیں ایک ہی نماز سمجھا ہے انہیں غلط فہمی ہوئی ہے، اس غلط فہمی کو واقعات کی روشنی میں دور کر دیا گیا ہے، تراویح کی نماز میں کتنی رکعتیں ہیں اسے بھی واضح کر دیا گیا ہے، یہ کہنا کہ تراویح کی بیس رکعتیں بدعت ہیں قطعی طور پر غلط ہے، اور غلط فہمی پر مبنی ہیں، اس کے لئے جن مضبوط دلائل کی ضرورت سمجھی گئی وہ پیش کر دئے ہیں، اب اس میں اختلاف کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ شیخ الہند اکیڈمی اپنے اکابر کے علوم و فنون کو عام

افادیت کے لئے شائع کر رہی ہے، متعدد کتابیں طبع ہو کر منصفہ شہود پر آچکی ہیں، اور مزید کتابیں پروگرام میں شامل ہیں، وقتاً فوقتاً وہ بھی منظر عام پر آتی رہیں گی، بندہ اس کے لئے حضرت مولانا غلام رسول خاموش صاحب کار گزار مہتمم، حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب اور بطور خاص حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم زید مجدہم کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور اس کو آگے بڑھانے کے لئے ہدایات فرمائیں، اکیڈمی سے شائع ہونے والی یہ چوبیسویں کتاب ہے، توقع ہے کہ اہل علم حضرات اس سے پورا فائدہ اٹھائیں گے، حق تعالیٰ دارالعلوم کو ہمیشہ باقی رکھے اور اس کے علمی فیضان کو دور دور تک پھیلائے، آمین۔

(مولانا) بدرالدین اجمل علی قاسمی (صاحب)  
نگراں شیخ الہند اکیڈمی، دارالعلوم دیوبند

## پیش لفظ

خدا کا شکر ہے کہ شیخ الہند اکیڈمی نے اپنے اکابر کی نایاب یا کم یاب کتابوں کی طباعت کا جو سلسلہ شروع کیا تھا، وہ جاری ہے، زیر نظر کتاب ”الرأي النجیح“ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کی ہے جو اس سوال کے جواب میں لکھی گئی تھی کہ نماز تہجد اور نماز تراویح ایک ہی نماز ہیں یا دونوں الگ الگ نمازیں ہیں، نیز تراویح کی نماز میں کتنی رکعتیں ہیں، آٹھ رکعتیں، گیارہ رکعتیں، بیس رکعتیں یا اس سے بھی زیادہ رکعتیں، اس سلسلے میں صحیح بات کیا ہے؟

حضرت گنگوہی قدس سرہ نے کتاب وسنت کی روشنی میں مضبوط دلائل کے ساتھ صحیح بات پیش کر دی ہے، اس میں تفصیل کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے، کتاب کو تحقیق نگاہ سے پڑھے کے بعد حق بات واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے اور خواہ مخواہ مسئلہ کو الجھانے کی اور اختلاف کو بڑھاوا دینے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تراویح کی بیس رکعتیں پڑھنا درست نہیں ہے، بدعت ہے۔ جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ یہی سنت طریقت ہے، قرونِ ثلاثہ میں بیس رکعتوں کو کسی نے بدعت نہیں کہا ہے، یہ سب بعد کے لوگوں کی پیداوار ہے جنہیں اختلاف پیدا کرنے میں لطف آتا ہے، اسی ذہن و فکر کے لوگ آج بھی اس طرح کے مسائل جان بوجھ کر پیدا کر رہے ہیں جبکہ یہ دور جس سے ہم گزر رہے ہیں اختلافات کو ہوا دینے کا نہیں ہے، بلکہ سر جوڑ کر بیٹھے، حالات کو سمجھنے اور اسلام اور ملت اسلامیہ کو اسلام دشمن طاقتوں سے بچانے اور فکر و عمل میں اتحاد پیدا کرنے کا دور ہے، دشمنانِ اسلام نے ہمیشہ ہماری صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، اور آج بھی وہ اپنے پورے وسائل کے ساتھ اس میں لگے ہوئے ہیں، وقت کی نزاکتوں کا تقاضا ہے

کہ ہم ان کی چالوں کو سمجھیں ان کو ان کے مقاصد میں کامیاب نہ ہونے دیں اور ہمارے اپنے جو مختلف فنیہ فروعی مسائل ہیں ان کو آگے نہ بڑھائیں۔ بلاشبہ مسائل کو سمجھنا ضروری ہے، ان کو سمجھیں مگر تحمل اور سنجیدگی کا دامن نہ چھوڑیں۔

کتاب میں آیات واحادیث کے حوالے درج نہیں تھے، اس کمی کو حسب ہدایت اہتمام جناب مولانا عبدالحفیظ صاحب رحمانی نے پورا کر دیا، نیز موجودہ رواج اور ذوق کے مطابق رموز و اوقاف بھی نہیں تھے، کتاب کو ان سے بھی آراستہ کر دیا گیا، اس سے عبارت فہمی میں آسانی پیدا ہو گئی ہے، کتاب کی اصل عبارت میں کوئی رد و بدل نہیں کیا گیا ہے۔

دعا ہے حق تعالیٰ ہمیں صحیح راہ پر گامزن رہنے کی سعادت عطا فرمائے، اور شرور و فتن سے بچائے، آمین

(مولانا) مرغوب الرحمن (صاحب)  
مہتمم دارالعلوم دیوبند

سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا حَبِيبُ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صلوٰۃ تہجد اور صلوٰۃ تراویح دو نماز ہیں، یا ایک۔ اور صلوٰۃ تراویح کی جو بیس رکعت پڑھتے ہیں، آیا یہ مسنون ہیں یا بدعت اور قرونِ ثلاثہ میں سے کسی عالم کی رائے بست رکعت کے بدعت ہونیکلی ہوئی ہے یا نہیں۔ اور ائمہ مجتہدین کا اس میں کیا مذہب ہے؟ بَيْنُوا تَوْجَرُوا

الجواب

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا

اقول وبالله التوفيق کہ نماز تہجد اور نماز تراویح ہر دو صلوٰۃ جدا گانہ ہیں کہ ہر دو کی تشریع اور احکام جدا ہیں کہ تہجد ابتداء اسلام میں تمام امت پر فرض ہوا اور بعد ایک سال کے تہجد کی فرضیت منسوخ ہو کر تہجد تطوعاً رمضان وغیر رمضان میں جاری رہا، قال تعالى ﴿يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ﴾ الآية عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، حدیث طویل میں کہ تہجد بعد فرض ہونے کے نفل ہو گیا، چنانچہ ابوداؤد نے روایت کیا ہے قَالَ قُلْتُ حَدَّثَنِي عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ قَالَتْ أَلَسْتُ تَقْرَأُ يَٰ أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قَالَ بَلَى قَالَتْ فَانِ أَوَّلَ هَذِهِ السُّورَةِ نَزَلَتْ فَقَامَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَفَخَتْ أَقْدَامُهُمْ وَحَبَسَ خَاتَمَتُهَا فِي السَّمَاءِ اثْنَيْ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ نَزَلَ آخِرُهَا فَصَارَ قِيَامُ اللَّيْلِ تَطَوُّعًا بَعْدَ فَرِيضَةٍ ..... إِلَى آخِرِ الْحَدِيثِ .

۱۔ اے چادر اوڑھنے والے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) جاگ رات میں۔

۲۔ کہا راوی نے عرض کی میں نے (یعنی حضرت عائشہ کی خدمت میں) حدیث بیان کیجئے مجھ سے آنحضرت کے قیام لیل کے بارے میں فرمایا حضرت عائشہ نے، کیا نہیں پڑھتا تو يَٰ أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ کہا عرض کی میں نے ہاں پڑھتا ہوں، فرمایا: جب اول اس سورت کا نازل ہوا تو صحابہ ؓ آنحضرت نے قیام لیل کا کیا یہاں تک کہ دم آگیا ان کے قدموں پر اور روک لیا اللہ تعالیٰ نے خاتمہ اس سورت کا آسمان میں بارہ مہینہ تک پھر نازل ہوا آخر اس کا اور قیام لیل فرض سے نفل ہو گیا۔

۱۔ المزمل آیت نمبر ۱۔

۲۔ عن سعد بن هشام، باب في صلوٰۃ الليل، ابوداؤد: ج ۱، ص ۱۸۹ (مختار ابن عثيمين ديو بند)

اس سے ثابت ہوا کہ تہجد قبل ہجرت ابتداء اسلام میں تطوعاً مشروع ہو چکا تھا اور اُس پر سب صحابہ ؓ تطوعاً رمضان وغیر رمضان میں عملدرآمد رکھتے تھے اور تراویح کا اُس وقت میں کہیں وجود نہیں تھا، پھر بعد ہجرت کے جب صوم رمضان فرض ہوا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور اُس میں یہ فرمایا: جَعَلَ اللَّهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً وَقِيَامَهُ تَطَوُّعًا إِلَى آخِرِ الْحَدِيثِ، اس روایت کو مشکوٰۃ نے بیہقی سے نقل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان اس وقت متغلاً مقرر ہوا، اور اس سے یہ سمجھنا کہ تہجد جو سابق سے تطوع تھا اُس کا ذکر فرمایا ہے بعید ہے، کیونکہ اگر یہ مقصود ہوتا تو اس طرح فرماتے کہ نماز تہجد اب بھی نفل ہی ہے یا مثل اس کے کچھ الفاظ فرماتے، اس واسطے کہ تہجد پہلے سے رمضان میں جاری تھا پھر اب اُس کا ذکر کرنا کیا ضرور تھا جیسا کہ دیگر صلوٰۃ فرض و نفل کا کچھ ذکر نہیں فرمایا۔ البتہ بعض احادیث میں اعمال رمضان کی فضیلت فرمائی ہے اور اس فقرہ میں کوئی فضیلت کی بات نہیں بلکہ دوسری صلوٰۃ نفل کی مشروعیت کا ذکر ہونا ظاہر ہے۔

اور دوسری روایت سنن ابن ماجہ کی اس طرح پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿كُتِبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامُهُ وَسُنَّتُ لَكُمْ قِيَامُهُ﴾ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باذن اللہ تعالیٰ قیام رمضان کو تطوعاً مقرر فرمایا حالانکہ تہجد خود بحکم خدا تعالیٰ قبل اس سے نفل ہو چکا تھا اور قیام رمضان کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متغلاً فرمایا، سو اس سے بھی معلوم ہوا کہ تہجد و تراویح تشریعاً دو نماز ہیں، کہ دو وقت میں مقرر کی گئی ہیں اور تہجد قرآن شریف سے ثابت ہوا اور تراویح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱۔ کردے اللہ تعالیٰ نے روزہ اس کے فرض اور قیام اُس کا نفل۔ ۱۲

۲۔ فرض کردے اللہ تعالیٰ نے روزہ اس کے یعنی رمضان کے اور سنت بنایا میں نے قیام اس کا۔ ۱۲

۱۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصوم، الفصل الثالث ص ۱۷۱، عن سلمان الفارسی، قیامہ تطوعاً کے بجائے مشکوٰۃ کے پیش نظر نسخہ میں ”وقیام لیلہ تطوعاً“ ہے۔ (فیصل پہلی کیشنر دیوبند)

۲۔ ابن ماجہ، باب ماجاء فی قیام شهر رمضان، ص ۱۹۵، عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن (مطبع ایم بشیر حسن اینڈ سنز کلکتہ)

ہر روز تہجد کو آخر شب میں پڑھا ہے، چنانچہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ **ثُمَّ قُلْتُ** فای حین کان یقوم من اللیل قالت کان یقوم اذا سمع الصارخ اور دیگر روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور تراویح کو آپؐ نے اول لیل میں پڑھا ہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے **عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ صَمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى بَقِيَ سَبْعُ فُقَامٍ بَنَّا حَتَّى ذَهَبَ ثَلَاثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بَنَّا فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بَنَّا حَتَّى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ نَفَلْتَنَا قِيَامَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ فَقَالَ إِنْ الرَّجُلُ إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ حَسَبَ لَهُ قِيَامَ لَيْلَةٍ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ بَنَّا حَتَّى بَقِيَ ثَلَاثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ أَهْلُهُ وَنِسَاءَهُ وَالنَّاسُ فُقَامَ بَنَّا حَتَّى خَشِينَا أَنْ يَفُوتَنَا الْفَلَاحُ قُلْتُ وَمَا الْفَلَاحُ قَالَ السَّحُورُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بَنَّا بِقِيَةِ الشَّهْرِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ**

- ۱۔ پھر کہا میں نے (یعنی راوی نے) پس کس وقت تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے رات سے فرمایا جب سنتے تھے آواز مرغ کی۔ ۱۲
- ۲۔ مروی ہے حضرت ابو ذرؓ سے کہ روزے رکھے ہم نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس نہ قیام کیا ہمارے ساتھ مہینہ میں سے یہاں تک کہ سات دن رہ گئے اور مہینہ اُنٹیس کا تھا (پس قیام کیا ہمارے ساتھ (یعنی تیسویں رات کو) یہاں تک کہ گزرتی تہائی رات، پس جب چھٹی رات آئی (یعنی مہینہ کی آخر سے شمار کرتے ہوئے اور وہ اُنٹیس والے مہینہ میں چوبیسویں رات ہے) نہ قیام کیا ہمارے ساتھ پھر جب اسی حساب سے پانچویں رات کہ فی الحقیقہ پچیسویں ہے پیش آئی تو قیام کیا ہمارے ساتھ یہاں تک کہ نصف رات گزرتی پس عرض کی میں نے (یعنی ابو ذرؓ نے) یا رسول اللہ کاش کہ زیادہ کرتے آپ ہمارے لئے قیام اُس رات کا، فرمایا: البتہ شخص جب نماز پڑھتا ہے امام کے ساتھ یہاں تک کہ امام فارغ ہو جائے لکھا جاتا ہے اُس کے حق میں قیام ساری رات کا (یعنی اگرچہ ساری رات کا قیام نہ کیا ہو) پھر جب اسی حساب سے چوٹی رات آئی (کہ وہ فی الحقیقت چھیسویں ہے) نہ قیام کیا ہمارے ساتھ یہاں تک کہ باقی رہی تہائی رات پھر جب تیسری رات آئی کہ وہ فی الحقیقت ستائیسویں ہے) جمع کیا اپنے کنبہ کو اور لوگوں کو پس قیام کیا ہمارے ساتھ یہاں تک کہ ڈرے ہم کہ فوت ہو جائے ہم سے فلاح، عرض کی میں نے کہ کیا مراد ہے فلاح سے فرمایا کہ سحری پھر قیام نہ کیا ہمارے ساتھ باقی مہینہ میں (یعنی اٹھائیسویں اور اُنٹیسویں کو۔ ۱۲)

- ۱۔ عن مسروق عن عائشة، مسلم جلد اول، باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل وان الوتر رکعة وان الركعة صلوٰۃ صحیحة، ص ۲۵۵ (یا سرنیم) ایڈیشن دیوبند (عن مسروق عن عائشة، بخاری ج ۱، ص ۱۵۲، باب من نام عند السحر (مریم) جمل فاؤنڈیشن ممبئی)
- ۲۔ مشکوٰۃ المصابیح، باب قیام شہر رمضان۔ ص ۱۱۴، عن ابی ذر۔ الفصل الثانی۔ فیصل پہلی کیشنر دیوبند

پہلی اور دوسری دفعہ میں تو نصف لیل تک فراغت پائی اور تیسرے دن اول سے لیکر اخیر شب تک ادا فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو صلوٰۃ جدا گانہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کو ہمیشہ منفرد پڑھتے تھے کبھی بہ تداعی جماعت نہیں فرمائی اگر کوئی شخص آکھڑا ہوا تو مضائقہ نہیں جیسا کہ مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ خود ایک دفعہ آپؐ کے پیچھے جا کھڑے ہوئے تھے، بخلاف تراویح کے کہ اس کو چند بار تداعی کے ساتھ جماعت کر کے ادا کیا چنانچہ اسی حدیث ابی ذرؓ سے واضح ہے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو صلوٰۃ جدا گانہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے واسطے تمام رات کبھی نہیں جاگے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان تہجد میں فرماتی ہیں: **وَلَا أَعْلَمُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ وَلَا صَلَّى لَيْلَةٍ إِلَى الصُّبْحِ إِلَى آخِرِ الْحَدِيثِ** اور یہ ان کی تحدید صلوٰۃ تہجد میں ہے، ورنہ صلوٰۃ تراویح میں صبح تک نماز پڑھنا روایت ابو ذر سے خود ثابت ہو چکا ہے، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی خود اس کا علم ہے، اس واسطے کہ آپؐ نے اپنی سب اہل و نساء کو جمع کیا تھا، پھر باوجود اس امر کے جو آپؐ انکار احیا تمام لیل کا فرماتی ہیں تو یہ کہنا کہ آپؐ کو خبر نہیں یا نسیان ہوا نہایت بیجا ہے۔ بلکہ یہ وجہ ہے کہ انکار احیاء تمام لیل کا صلوٰۃ تہجد میں وارد ہوا کیونکہ سعد بن ہشام راوی حدیث صلوٰۃ تہجد ہی کو پوچھتے تھے اور اسی کے باب میں آپؐ نے یہ امر فرمایا تھا۔

چنانچہ مسلم میں یہ روایت موجود ہے نہ تراویح میں کہ اس کا یہاں ذکر ہی نہیں تھا علیٰ ہذا جو ابوسلمہ نے قیام رمضان کو پوچھا ہے تو وہاں بھی مراد قیام رمضان سے تہجد ماہ رمضان کا ہے۔ غرض ان کی یہ تھی کہ تہجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان میں بہ

- ۱۔ اور نہیں دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ پڑھا ہو سارا کلام اللہ ایک رات میں یا نماز پڑھی ہو ساری رات میں۔ ۱۲

- ۱۔ عن سعد بن ہشام عن عائشة - مشکوٰۃ المصابیح - باب الوتر - الفصل الاول ص ۱۱۱، فیصل پہلی کیشنر دیوبند



صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلی رکعتین خفیفین ثم رکعتین طویلتین طویلتین ثم صلی رکعتین وهما دون اللتین قبلهما ثم صلی رکعتین وهما دون اللتین قبلهما ثم وهما دون اللتین قبلهما ثم صلی رکعتین وهما دون اللتین قبلهما ثم اوتر فذلك ثلث عشرة ركعة .

دیکھو یہ احادیث ثلاثہ عدد رکعات اور پیدہ ادا دونوں میں خلاف اُس حدیث عائشہ کے ہیں، اور اوپر حدیث ابوذر سے معلوم ہوا کہ تین روز جو آپؐ نے نماز رمضان میں پڑھی اگرچہ اُس کے عدد رکعات معلوم نہیں مگر ہرگز اُس میں چار چار رکعت پڑھ کر آپؐ نہیں سوئے اور تین روز دوسرے رمضان میں جو بجماعت نماز پڑھی اُس میں بھی یہ پیدہ ثابت نہیں ہوئی، اور احادیث میں شدہ اجتہاد عبادت رمضان کا مذکور ہے وہ بھی اس کے خلاف ہے، کیونکہ جب سب شہور کی صلوٰۃ لیل برابر تھی تو شدہ اجتہاد کے کیا معنی؟ اور جن روایتوں میں آیا ہے، کہ رمضان میں خصوصاً عشرہ اخیرہ میں نہیں سوتے تھے وہ بھی اس کے خلاف ہے۔ چنانچہ بخاری میں ہے: اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدِمْتُمْزِرَهُ وَاحْبَى لَيْلَهُ وَاقْظُ أَهْلَهُ الْحَدِيثُ اور بیہقی نے روایت کیا ہے: اِذَا دَخَلَ رَمَضَانَ لَمْ يَأْتِ فَرَاشَهُ حَتَّى يَنْسَلَخَ الْحَدِيثُ .

ان دونوں حدیثوں سے شدہ اجتہاد عبادۃ اور احیائے تمام لیل حاصل ہے نہ مساوات رمضان وغیر رمضان کی اور حضرت عائشہؓ نے جو بیان تہجد رسول اللہ صلی اللہ

۱۔ جب داخل ہوتا تھا آخر عشرہ رمضان کا باندھ لیتے تھے نہ بند اپنا اور جگاتے تھے کنبہ اپنے کو۔ ۱۲

۲۔ جب داخل ہوتا تھا رمضان نہیں آتے تھے اپنے بچھونے پر یہاں تک کہ نکل جائے۔ ۱۲

۱۔ عن مسروق عن عائشة، بخاری ج ۱، ص ۲۷۱، باب العمل في العشر الاواخر من رمضان (مریم اجل فاؤنڈیشن ممبئی، مختار اینڈ کمپنی دیوبند)

۲۔ لم اجد في السنن الكبرى للبيهقي، وفي صحيح ابن خزيمة وجدت في هذه الالفاظ، عن عائشة، كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل رمضان شدمتمزره، ثم لم يات فراشه حتى ينسلخ . صحيح ابن خزيمة الجزء الثالث ص : ۳۴۲ ، باب استحباب ترك المبيت على الفراش .... (المكتب الاسلامي بيروت)

عليه وسلم کا سعد بن ہشام سے کیا وہ بھی اس روایت کے خلاف ہے چنانچہ روایت طویلہ میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: فَقَالَتْ كُنَّا نَعْدُ لَهُ سَوَاكِهِ وَطَهْرَهُ فَيُعِثُّهُ اللَّهُ مَا شَاءَ أَنْ يُعِثَّهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَصَلِّيُ تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيهَا إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللَّهَ وَيُحْمَدُهُ وَيَدْعُوهُ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يَسْلُمُ ثُمَّ يَقُومُ فَيَصَلِّيُ التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللَّهَ وَيُحْمَدُهُ وَيَدْعُوهُ ثُمَّ يَسْلُمُ تَسْلِيمًا يَسْمَعُنَا ثُمَّ يَصَلِّيُ رَكَعَتَيْنِ بَعْدَ مَا يَسْلُمُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَتِلْكَ أَحَدَى عَشْرَةَ رَكَعَةً يَا بَنِي الْحَخِّ .

الحاصل نفی زیادت رکعات کی گیارہ سے اور یہ پیدہ خاص مخدوش ہوتی ہے، لہذا حق یہ ہے کہ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ ابو سلمہؓ نے بایں وجہ کہ رمضان میں آپ کا اجتہاد عبادت زیادہ ہوتا تھا، تہجد رمضان کو پوچھا تھا، کہ آیا رمضان میں تہجد آپ کا بہ نسبت اور ایام کے زیادہ ہوتا تھا یا نہیں؟ تو حضرت عائشہؓ نے زیادہ تہجد کی نفی کی، صلوٰۃ تراویح سے اس میں کچھ بحث نہیں، نہ سوال میں نہ جواب میں۔ اور گیارہ رکعت کا ذکر اکثر یہ ہے نہ کلیہ کہ اکثر تہجد کی رکعات آپ کی گیارہ ہوتی تھیں اگرچہ احیاناً اس سے زیادہ بھی پڑھی ہیں، تو اس حدیث میں نہ احیاناً زیادہ تہجد کی نفی ہے اور نہ ذکر قیام رمضان کا جو سوائے تہجد کے ہے، بلکہ ذکر اُن عدد رکعات کا ہے جو اکثر اوقات تہجد رمضان وغیر رمضان میں ہوتا تھا۔ اور بعد اُس کے یہ جملہ یصلی اربعاً الخ یہ دوسرا امر ہے

۱۔ فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ تھے ہم تیار رکھتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسواک اور پانی وضو کا سواٹھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں جب اٹھاتے اللہ تعالیٰ اُن کو پس مسواک کرتے تھے اور وضو اور پڑھتے تھے نو رکعتیں نہیں بیٹھتے تھے ان میں سے مگر آٹھویں میں (یعنی وتر کی دو رکعت کے بعد اور تیسرے کی پہلی پھر یاد کرتے تھے اللہ کو اور شاکر کرتے تھے اُس کی اور دعا مانگتے تھے پھر کھڑے ہوتے تھے اور سلام نہ پھیرتے پھر پڑھتے نویں رکعت اور قعدہ کرتے اور یاد کرتے اللہ کو اور شاکر کرتے اُس کی اور دعا مانگتے پھر سلام پھیرتے ایسے سلام کہ ہمیں سنائی دیتے پھر پڑھتے تھے دو رکعت بعد سلام کے بیٹھ کر پس یہ گیارہ رکعت ہوئیں اے بیٹے! ۱۲

۱۔ عن سعد بن هشام بن عامر، مسلم ج ۱، ص ۲۵۵-۲۵۶، باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل وان الوتر رکعة وان الركعة صلوٰۃ صحیحہ۔ (یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند)



جس سے آپ کی قوت عبادت پر تنبیہ منظور ہے کہ نوم و یقطہ آپ کے اختیار میں تھا جب چاہیں جاگیں، جب چاہیں سوئیں، اور آپ احیاناً ایسا کرتے تھے، نہ اس پیدہ کو خصوصیت رمضان سے ہے نہ لزوم اُن رکعات سے۔ بلکہ یہ بعض اوقات کی حالت کا بیان ہے، اور یہ مستقل جملہ ہے۔ چونکہ قاعدہ بلاغت میں مقرر ہو چکا ہے، کہ عطف جملہ کا جملہ پر اُس وقت کرتے ہیں، کہ ہر دو جملوں میں بعض وجہ سے اتصال اور بعض وجہ سے انفصال ہو اگر بالکل اتصال ہو، یا بالکل انفصال ہو تو حرف عطف ذکر نہیں کرتے۔

پس یہاں حرف عطف ذکر نہ کرنا بوجہ کمال انفصال ہے، نہ بوجہ کمال اتصال چونکہ بیان شدت اجتہاد تھا اس وجہ سے اس کلام کو آپ نے ذکر کیا ورنہ جواب اُن کے سوال کا جو عدد رکعات تہجد رمضان کا استفسار تھا وہ تمام ہو چکا تھا۔ پس اس تقریر پر نہ معارضہ احادیث سے زیادة کا باقی رہا، اور نہ ہیئت کا، اور نہ احیاء تمام لیل کا، سب احادیث مطابق واقع کے اور باہم موافق ہو گئیں۔ اور یہی مراد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تمام شب نماز نہ پڑھنا تہجد کے واسطے ہے۔ اور پڑھنا تراویح کے واسطے۔ اور بخاری نے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جماعت تراویح کو جو اول وقت میں حضرت ابی کرارہؓ تھے اور یہ جماعت خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مقرر کرائی ہوئی تھی، دیکھ کر یہ فرمایا: والشی تنامون عنها افضل من التی تقومونؑ تو اس سے بھی اگر مغایرت دونوں نمازوں کی نکالی جاوے تو بعید نہیں کیونکہ معنی اس قول کے یہ ہیں کہ جو نماز کہ اُس سے سو رہتے ہو تم یعنی تہجد کہ آخر رات میں ہوتی ہے، افضل ہے اُس نماز سے جو پڑھتے ہو تم یعنی تراویح کہ اول وقت پڑھتے تھے۔ اور چونکہ یہ لوگ تراویح کو پڑھ کر تہجد کو نہیں اٹھتے تھے تو حضرت عمرؓ نے اُن کو رغبت تہجد پڑھنے کی بھی دلائی کہ افضل کو ترک کرنا نہ چاہئے۔

لہذا اول وقت میں تراویح اور آخر میں تہجد ادا کریں ورنہ اس تراویح کو ہی اخیر وقت میں پڑھیں، کہ فضیلت بھی حاصل ہو جاوے اور آخر وقت کی تراویح سے تہجد بھی حاصل ہو جاوے، کہ بتداخل صلوٰتین دونوں نماز کا ثواب ملتا ہے اور اس سے فضیلت وقت بھی معلوم ہو گئی۔ چنانچہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے صراحۃً ثابت نہیں ہوا کہ جب آپؐ نے اول رات میں تین روز تراویح پڑھی تو اخیر وقت میں تہجد پڑھایا نہیں؟ واللہ اعلم۔ مگر فعل بعض صحابہ سے اس کا نشان ملتا ہے چنانچہ ابو داؤد نے قیس بن طلق سے روایت کی ہے: فلما زارنا طلق بن علی فی یوم من رمضان وامسی عندنا وافطر ثم قام بنا تلك الیلة واوتر بنا ثم انحدر الی مسجدہ فصلى باصحابہ حتی اذا بقى الوتر قدم رجلا فقال اوتر باصحابك فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا وتران فی لیلة انتہیؑ، اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ طلق بن علی نے اول لوگوں کے ساتھ موافق فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول وقت میں تراویح ادا کی، اور وتر بھی اُس کے ساتھ پڑھے، جیسا کہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اور بعد اُس کے اپنی مسجد میں جا کر آخر وقت میں تہجد ادا کیا، اور اُس کے ساتھ وتر نہیں پڑھے، اور مقتدیوں کو حکم کیا کہ تم اپنے وتر پڑھ لو۔ اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے ساتھ وتر پڑھتے تھے، تو لہذا وہ مقتدی تہجد گزار کے ساتھ وتر پڑھنا چاہتے تھے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ دونوں وقت میں نماز پڑھی گئی اور صحابہؓ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہایت سرگرم تھے۔ سو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے وقت میں تہجد پڑھا ہوگا۔ اور یہ جو بخاری نے حضرت

۱۔ کہ قیس بن طلق نے زیارت کی ہمارے طلق بن علی کے دن میں رمضان کی اور شام کی ہمارے پاس اور افطار کیا پھر قیام کیا ہمارے ساتھ اُس رات میں اور وتر پڑھے ہمارے ساتھ پھر گئے اپنی مسجد کی طرف اور نماز پڑھی اپنے ساتھیوں کو یہاں تک کہ باقی رہ گئے وتر پھر آگے کیا کسی آدمی کو اور کہا وتر پڑھا اپنے ساتھیوں کو اس واسطے کہ سنا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ فرماتے تھے ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں۔ ۱۲



عائشہ صدیقہؓ سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں: اذا دخل العشر شد منظره واحیی لیلہ وایقظ اہلہ الحدیث<sup>۱</sup>.

اس سے تین امر ثابت ہوتے ہیں اول یہ کہ ان ایام میں رسول اللہ ﷺ تمام رات جاگے ہیں اس واسطے کہ احیی لیلہ وہیں بولا جاتا ہے کہ تمام رات جاگیں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جو انکار تمام رات کے جاگنے کا کیا ہے وہ تہجد کی نسبت ہے۔ نہ مطلقاً تو اس بیان میں خود تمام رات جاگنے کو ارشاد فرماتی ہیں۔

دوسرے یہ کہ جن دو شب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کو ثلث لیل تک اور نصف لیل تک پڑھا تھا، تو بعد نصف شب کے آپ سوئے نہیں، کیونکہ وہ لیالی بھی داخل عشرہ تھیں۔ پھر بعد نصف شب کے غالب گمان یہ ہے کہ نوافل پڑھیں کہ وہ تہجد تھیں، کیونکہ آپ کی عادت رات کو نماز ہی پڑھنے کی تھی۔ بیٹھ کر ذکر کرنا یا قرآن پڑھنا معتاد نہیں، اس سے بھی اختلاف دونوں نمازوں کا مظنون ہوتا ہے۔

تیسرے یہ کہ تراویح آپ نے ہمیشہ پڑھی کہ اول شب میں جو کچھ پڑھتے تھے وہ تراویح تھی، اور آخر شب میں تہجد۔ سو تراویح فعلاً بھی سنت مؤکدہ ہوئی اور جو کچھ کہ آپ نے بخوف افتراض ترک کیا تھا وہ جماعت بتدائی تھی نہ نفس تراویح۔

الحاصل ان سب وجوہ سے مغایرت تہجد و تراویح کی ظاہر ہے۔ مگر ہاں ایک نماز دوسرے کے قائم مقام ہو سکتی ہے۔ کہ اگر تہجد کے وقت میں تراویح پڑھی جاوے تو تہجد بھی ادا ہو جاوے گا۔ اور یہ امر سب نوافل میں ہے مثلاً اگر بوقت ضحیٰ صلوٰۃ کسوف پڑھی جاوے تو صلوٰۃ کسوف قائم مقام صلوٰۃ ضحیٰ کے ہو جاتی ہے۔ اور اگر خسوف قمر کی نماز تہجد کے وقت پڑھی جاوے تو تہجد بھی ادا ہو جاتا ہے۔ اگرچہ بحیثیت تراویح۔ تراویح تہجد سے جدی صلوٰۃ ہے۔ اور صلوٰۃ کسوف صلوٰۃ ضحیٰ سے، اور صلوٰۃ خسوف صلوٰۃ تہجد سے مگر ثواب ہر دو کا حاصل ہو جاتا ہے، علیٰ ہذا وقت ضحیٰ ایک ہے اور اس

۱۔ عن مسروق عن عائشہ، بخاری: ج ۱، ص ۲۷۱، باب العمل فی العشر والاخر من رمضان (مریم اجمل فاؤنڈیشن ممبئی، مختار اینڈ کمپنی دیوبند)

کے فضائل میں احادیث وارد ہیں اور اول وقت اور آخر وقت دونوں وقت میں نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور ہر دو نماز علیحدہ ہیں مگر ایک کے پڑھنے سے ثواب وارد حدیث حاصل ہو جاتا ہے، لہذا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات نماز تراویح پڑھی تو تہجد کا بھی اُس میں تدخل ہو گیا۔ اور اگر ثلث شب تک پڑھے یا نصف تک جماعت تو باقی شب میں منفرداً نماز ادا ہونا بظن غالب معلوم ہوتا ہے۔ مگر کسی راوی نے اس کو ذکر نہیں کیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

بعد اس کے واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام رمضان کے عدد رکعات کو قوالاً محدود نہیں فرمایا، بلکہ مطلق صلوٰۃ کی رغبت دلائی اور مطلق حسب قاعدہ المطلق یجری علی اطلاقہ یہ چاہتا ہے کہ صلوٰۃ کسی بیتہ اور کسی عدد سے اگر ادا کی جاوے مامور مندوب ہووے گی۔ دریں صورت پابندی کسی عدد کی نہیں ہو سکتی بلکہ مامور مختار ہے جس قدر چاہے پڑھے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قام رمضان ایماناً واحتساباً غفرلہ ماتقدم من ذنبہ (الحدیث<sup>۲</sup>) وقال جعل اللہ صیامہ فریضۃ وقیامہ تطوعاً (الحدیث<sup>۳</sup>) وقال سنت لکم قیامہ (الحدیث<sup>۴</sup>)

ان ہر دو حدیث میں بھی قیام رمضان کو مطلق ہی رکھا ہے کوئی عدد بیان نہیں فرمایا ہے، لہذا جیسا کہ تہجد پہلے سے مندوب تھا، ایسا ہی قیام رمضان جو تراویح ہے، مطلقاً امت پر وجہاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مندوب ہوا۔ کہ ادنیٰ اس کے دو رکعت اور نہایت کی کوئی حد نہیں۔ اگرچہ ہزار یا کم زیادہ ہوں، پس بعد اس کے اگر

۱۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قیام کرے رمضان میں اخلاص سے اور ثواب کی نیت سے بخشے جائیں گے اُس کے پہلے گناہ۔

۲۔ ابوداؤد، عن ابی ہریرۃ، باب فی قیام شہر رمضان، ص ۱۹۴ (مختار اینڈ کمپنی دیوبند)  
۳۔ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الثالث ص ۱۷۳، عن سلمان الفارسی، مشکوٰۃ کے پیش نظر نسخہ میں قیامہ تطوعاً کے بجائے ”وقیام لیلہ تطوعاً“ ہے۔ (فیصل پبلی کیشنز دیوبند)

۴۔ ابن ماجہ، باب ماجاء فی قیام شہر رمضان، ص ۱۹۵ (مطبع ایم بشیر حسن اینڈ سنز کلکتہ)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عدد اکثر معمول فرمایا تو وہ سنت مؤکدہ ہو جاوے گا اور جس کو احیاناً ادا فرمایا وہ مستحب رہے گا۔ اور سوائے اس کے دیگر اعداد بھی مستحب رہیں گے۔ ہرگز بدعت نہیں ہو سکتے۔ اور یہ قاعدہ سب عبادات میں جاری ہے، کہ مامور مطلق اُن اعداد میں جن کو وہ شامل ہے مطلق ہی مطلوب ہوتا ہے۔ کسی عدد معین میں منحصر نہیں ہوتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے التزام سے سنت مؤکدہ اور احیاناً کرنے سے مستحب اور ماسوائے اس کے بھی مستحب۔

مثلاً حق تعالیٰ نے فرمایا: استغفروا ربکم الآیہ اس سے استغفار مطلوب ہے اگرچہ وجوباً ہو یا ندباً بعد اُس کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ تواب اگر کوئی سبعین سے زیادہ استغفار کرے وہ اُسی امر مطلق کا فرد مطلوب ہوگا، اُس کو بدعت نہ کہہ سکیں گے۔ یہ جزئیہ بطور تنظیر لکھا گیا ہے۔ اہل علم بہت سے عبادات مستحبہ کو برین قیاس دریافت کر سکتے ہیں بناءً علیہ جو صحابہ اور تابعین اور مجتہدین علماء نے اعداد رکعات اختیار کئے ہیں چنانچہ اُن کا ذکر آگے کیا جائے گا وہ سب انہیں احادیث کے افراد ہیں، کوئی اُن سے خارج نہیں سب مامور مندوب ہیں۔

مگر علماء حنفیہ کے نزدیک جو عدد ان میں سے فعل یا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجماعت ثابت ہوا ہے، اُس میں بجماعت کو سنت کہیں گے اور اُس کے سوائے میں بجماعت کو بدعتی مکروہ فرمائیں گے، کیونکہ اُن کے نزدیک بجماعت نفل بدعتی مکروہ ہے مگر جس موقع میں کہ نص سے ثابت ہو چکی ہے وہاں مکروہ نہیں۔ اسی واسطے کتب فقہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے، کہ اگر عدد تراویح میں شک ہو جاوے کہ اٹھارہ پڑھے یا بیس تو دو رکعت فردی فردی پڑھیں، نہ بجماعت بسبب اطلاق حدیث کے

۱۔ سورہ نوح آیت ۱۰

۲۔ عن سعید بن ابی بردۃ بن ابی موسیٰ عن ابیہ عن جدہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاستغفر اللہ واتوب الیہ فی الیوم سبعین مرۃ، ابن ماجہ، باب الاستغفار، ص ۲۷۹ (ایم بشیر حسن ایڈسز کلکتہ)

زیادہ ادا کرنا ممنوع نہیں، خواہ کوئی عدد ہو مگر جماعت بیس سے زیادہ کی ثابت نہیں جس کا ذکر آگے آوے گا۔

الحاصل قولاً کوئی عدد معین نہیں مگر آپ کے فعل سے مختلف اعداد معلوم ہوتے ہیں چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ کا قول جامع ترمذی میں ہے: قال احمد روی فی ذلک الوان لم یقض فیہ بشیء انتہی یعنی امام احمد نے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور کسی صورت کو مرجح نہیں بنایا، بلکہ سب کو جائز اور مستحب رکھا۔ ازاں جملہ ایک دفعہ گیارہ رکعت بجماعت پڑھنا ہے چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب میں گیارہ رکعت تراویح بجماعت پڑھی: وعن جابر انہ صلی بہم ثمان رکعات والوتر ثم انتظروہ فی القابله فلم یخرج الیہم رواہ ابن خزیمة وابن حبان فی صحیحہما انتہی مگر یہ آٹھ رکعت پڑھنا تراویح کا بجماعت مستلزم نفی زیادہ کو نہیں، اس واسطے کہ ممکن ہے بلکہ مظنون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول آخر اس نماز کے منفرد زیادہ پڑھی ہوں اس واسطے کہ رمضان میں آپ احیاء تمام لیل کا کرتے تھے، چنانچہ سابق میں گذرا، اور دیگر لیلیٰ میں بجماعت گیارہ رکعت سے زیادہ پڑھے ہوں یا منفرداً آپ نے زیادہ پڑھی ہوں اس کی نفی نہیں ہو سکتی، اس واسطے کہ حضرت جابرؓ نے یہ نہیں کہا کہ آپ نے ہر روز گیارہ رکعت پڑھیں نہ یہ کہا کہ سوائے اس کے اور کوئی رکعت نہیں پڑھی، بلکہ ایک دن کی صلوٰۃ بجماعت کا ذکر کرتے ہیں اور بس۔

۱۔ فرمایا امام احمد نے روایت کی گئی ہیں اس میں کئی صورتیں اور کچھ حکم نہ کیا امام احمد نے اس بارہ میں ۱۲۔

۲۔ مروی ہے جابرؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی صحابہؓ کے ساتھ آٹھ رکعتیں اور دو تر پھر انتظار کیا، صحابہؓ نے آئندہ کی رات میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکلے روایت کیا اس کو ابن خزیمرہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ۱۲۔

۱۔ ترمذی: ج ۱ ص ۱۶۶، باب ماجاء فی قیام شہر رمضان (مختار ایڈیشن دیوبند)

۲۔ پیش نظر نسخہ میں ذلک کے بجائے ”ہذا“ ہے۔

۳۔ عن جابر بن عبد اللہ، ابن خزیمة، باب ذکر دلیل بان الوتر لبس بفرض، الجزء الثانی ص ۱۳۸ (المکتب الاسلامی بیروت)

اور یہ واقعہ فعل ہے کہ احتمال عموم کا نہیں رکھتا اور نہ زیادہ رکعات کا معارض ہو سکتا ہے، اس واسطے کہ تعارض کے لئے وحدۂ زمان و مکان شرط ہے خصوصاً اُس شب میں کہ آپؐ نے تمام شب سب کو جمع کر کے نماز پڑھی جیسا کہ روایت ابو ذر سے اوپر گذرا، اگر اس میں گیارہ رکعت پڑھی جاتی تو تطویل قیام بالضرور کوئی راوی بیان کرتا جس طرح تاخیر سجود ذکر کیا ہے، کیونکہ آٹھ نو گھنٹہ میں آٹھ رکعت پڑھنا نہایت دشوار ہوتا ہے تو یہ تطویل قابل ذکر تھی۔ جیسا کہ صلوٰۃ کسوف کی تطویل کو ذکر کیا جاتا ہے۔ لہذا عجب نہیں کہ اس شب میں بیس رکعت پڑھی گئی ہوں۔ یا زیادہ اور منفرد بھی آپؐ نے بیس رکعت بلکہ زیادہ پڑھی ہوں، اگرچہ ان تین شب کی عدد رکعات جو ابو ذر نے نقل فرمایا کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا، بیس رکعت بلکہ زیادہ پڑھی ہوں اور وجہ نہ نقل کرنے کی یہ ہے کہ اعداد رکعات آپؐ کے مختلف تھے۔ اور قولاً اعداد رکعات کی تعلیم تھی لہذا ہر روز کی اعداد کا ذکر کرنا کچھ ضرور نہیں سمجھا گیا۔

اور ابن عباس سے ابن ابی شیبہ نے جو اپنے مصنف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعت پڑھنا نقل کیا ہے، اگرچہ وہ روایت ضعیف ہے مگر مؤید ہے آثار صحابہ سے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت پڑھی ہیں اور جمہور تابعین اور فقہاء کا اس پر عمل درآمد ہے، جیسا کہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے:

**قلتُ روى عبد الرزاق في المصنف عن داؤد بن قيس وغيره عن**

۱۔ کہتا ہوں میں روایت کی عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں داؤد بن قیس سے اور ان سے انہوں نے محمد بن یوسف سے انہوں نے سائب بن یزید سے کہ تحقیق حضرت عمرؓ نے جمع کیا لوگوں کو رمضان میں ابی بن کعب اور تمیم داری کے پیچھے ایکس رکعت پر قیام کرتے تھے سو آیت والی سورتوں کے ساتھ اور فارغ ہوتے تھے صحیح صادق کے طلوع کی قبیل کہتا ہوں میں (یعنی یعنی) کہا ابن عبد البر نے یہ محمول ہے اس پر کہ ایک رکعت وتر کی تھی اور کہا ابن عبد البر نے روایت کی حارث بن عبد الرحمن بن ابی ذباب نے سائب بن یزید سے کہا کہ حضرت عمرؓ کی زمانہ میں قیام تینیس رکعت کے ساتھ تھا کہا ابن عبد البر نے یہ محمول اس پر ہے کہ تین رکعتیں وتر کی تھیں اور کہا استاذ ہمارے نے یہ مراد یعنی ابن عبد البر کی صحیح ہے ساتھ دلیل اُس کے کہ روایت کی محمد بن نصر نے روایت یزید بن حصیفہ کی سے انہوں نے سائب بن یزید سے کہ قیام کرتے تھے وہ رمضان میں بیس رکعت کے ساتھ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اور اثر حضرت علیؓ کا پس ذکر کیا اُس کو کعب نے حسن بن صالح سے انہوں نے عمرو بن قیس سے انہوں نے ابو الحسناء سے

محمد بن یوسف عن السائب ابن یزید ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب وعلی تمیم الداری علی احدی وعشرين رکعة یقومون بالمئین وینصرفون فی بزوغ الفجر قلت قال ابن عبد البر هو محمول علی ان الواحدة للوتر وقال ابن عبد البر وروی الحارث بن عبد الرحمن ابن ابی ذباب عن السائب بن یزید قال کان القیام علی عهد عمر بثلاث وعشرين رکعة قال ابن عبد البر هذا محمول علی ان الثلاث للوتر وقال شیخنا وما حملہ علیہ فی الحدیثین صحیح بدلیل ما روى محمد بن نصر من رواية یزید بن خصيفة عن السائب بن یزید انهم كانوا یقومون فی رمضان بعشرين رکعة فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ واما اثر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فذکرہ وکیع عن حسن بن صالح عن عمرو بن قیس عن ابی الحسناء عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه امر رجلاً یصلی

انہوں نے حضرت علیؓ سے کہ انہوں نے امر کیا ایک شخص کو کہ نماز پڑھے لوگوں کے ساتھ بیس رکعت اور لیکن حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے سوا اور صحابہ پس روایت کی گئی ہے عبد اللہ بن مسعودؓ سے میرا ظن یہ ہے کہ روایت کرنے والے محمد بن نصر مروزی ہیں کہا انہوں نے خیر دہی ہم کو یحییٰ بن یحییٰ نے اُن کو حفص ابن غیاث نے انہوں نے اعمش سے سنا، اعمش نے زید بن وہب سے کہا اُس نے تھے عبد اللہ بن مسعودؓ بڑھتے ہمارے ساتھ رمضان کے مہینہ میں اور فارغ ہوتے تھے کچھ رات سے کہا اعمش نے کہ بیس رکعتیں تراویح کی تھیں اور تین وتر کی لیکن قائل بیس کے تابعین میں سے پس شیر بن شکل اور ابن ابی ملیکہ اور حارث ہمدانی اور عطاء ابن ابی رباح اور ابو البختری اور سعید بن ابی الحسن البصری بھائی حسن بصری کے اور عبد الرحمن بن ابی بکر اور عمران عبدی ہیں اور کہا ابن عبد البر نے یہی ہے قول اکثر علماء کا اور اسی کے قائل ہیں کوفہ کے علماء اور امام شافعی اور اکثر فقہاء اور یہی ثابت ہے ابی بن کعب سے بدوین خلاف کسی صحابی کے ۱۲

اور کہا ترمذی نے اپنی سنن میں کہ اختلاف کیا اہل علم نے قیام رمضان میں پس اعتقاد کیا بعض نے اس بات کا کہ اکتالیس رکعت پڑھے وتر کے سمیت اور یہی ہے قول مدینہ والوں کا اور اسی پر عمل کرتے ہیں وہ اور اکثر اہل علم اس پر عمل کرتے ہیں جو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور صحابہ آنحضرت سے مروی ہے یعنی بیس رکعت اور یہی ہے قول سفیان ثوری کا اور ابن مبارک کا اور امام شافعی کا اور فرمایا امام شافعی نے کہ ایسے ہی پایا ہم نے اہل مکہ کو بیس رکعت پڑھتے ہوئے اور فرمایا امام احمد نے روایت کی گئی ہیں اس میں کئی صورتیں اور نہ حکم کیا اس میں کسی طرح کا اور فرمایا اسحاق نے بلکہ ہم پسند کرتے ہیں اکتالیس رکعت جیسے کہ روایت کی گئی ابی ابن کعب سے ۱۲

بہم رمضان عشرين ركعة واما غيرهما من الصحابة فروى ذلك عن عبد الله بن مسعود رواه محمد بن نصر المروزي قال اخبرنا يحيى بن يحيى اخبرنا حفص بن غياث عن الاعمش عن زيد بن وهب قال كان عبد الله بن مسعود يصلي لنا في شهر رمضان فينصرف وعليه ليل قال الاعمش كان يصلي عشرين ركعة ويوتر بثلاث واما القائلون به من التابعين فشتير بن شكل وابن ابي مليكة والحارث الهمداني وعطاء بن ابي رباح وابو البختري وسعيد بن ابي الحسن البصري اخو الحسن وعبد الرحمن بن ابي بكر وعمران العبدى وقال ابن عبد البر وهو قول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون والشافعي واكثر الفقهاء وهو الصحيح عن ابي بن كعب من غير خلاف من الصحابة . انتهى

وقال الترمذى فى سننه واختلف اهل العلم فى قيام رمضان فرأى بعضهم ان يصلى احدى واربعين ركعة مع الوتر وهو قول اهل المدينة والعمل على هذا عندهم بالمدينة واكثر اهل العلم على ما روى عن على وعمر وغيرهما من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم عشرين ركعة وهو قول سفيان الثورى وابن المبارك والشافعي وقال الشافعي وهكذا ادركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة وقال احمد روى فى ذلك الوان لم يقض فيه بشيء وقال اسحاق بل نختار احدى واربعين ركعة على ما روى عن ابي بن كعب انتهى

اور کتب میں بھی یہ اور اس سے زیادہ منقول ہے اس کے ذکر میں تطویل ہے خلاصہ یہ کہ عبد اللہ بن مسعود جن کے باب میں یہ حدیث وارد ہے کہ فرمایا رسول اللہ

۱۔ عمدۃ القاری للعینی الجزء الثامن، کتاب التراویح، باب فضل من قام رمضان، ص ۲۳۵-۲۳۶ (زکریا بک ڈپو بند)

۲۔ ترمذی جلد اول، باب ما جاء فى قيام شهر رمضان، عن ابي ذر، ص ۱۶۶ (مریم اجمل فاؤنڈیشن ممبئی)

صلی اللہ علیہ وسلم نے: تمسکوا بعهد ابن مسعود (الحديث) وكان اقرب الناس هديا ودلا وسمتا برسول الله صلى الله عليه وسلم ابن مسعود (الحديث) بیس رکعت پڑھتے اور اسی کا امر فرماتے تھے، تو یہ عدد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کو محفوظ تھا اسی واسطے اس کا التزام کیا اگرچہ ایک ہی دوبار سہی کہ تنہا کے واسطے ایک دفعہ کا فعل بھی کافی ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر وعمرؓ مطلق اقتداء کا حکم تمام امور میں فرمایا انہوں نے بیس کا امر فرمایا اور نیز خلفاء ثلاثہ عمر و عثمان و علی جب کہ ان ہر سہ نے بیس کا امر فرمایا تو بمقتضاء علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديينؓ اس کا عمل امت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم فرمایا۔ اور تمام صحابہ موجودین زمانہ عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم نے کبھی اس پر انکار نہ فرمایا اور بر غبت قبول فرمایا۔

یہ اول دلیل ہے اس بات پر کہ سب کے نزدیک یہ عدد عشرين یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے نزدیک محفوظ تھا، کہ کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا اور سنت

۱۔ پورا عمل کرو ابن مسعود کی وصیت پر۔  
۲۔ اور تھے اقرب لوگوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ از روئے سیرت کے اور چال چلن کے ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ ۱۲

۳۔ اقتداء کرو ساتھ ان دو کے جو بعد میرے ہوں گے یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ۔ ۱۲  
۴۔ لازم بنا لو اپنے پر عمل میری سنت کا اور سنت خلفاء کا جو اوروں کو ہدایت کرنے والے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ ۱۲

۱۔ عن ابن مسعود، مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۷۸، باب جامع المناقب، الفصل الثانی (فیصل پہلی کیشنر دیوبند)  
۲۔ عن عبد الرحمن بن یزید، ما اعلم احداً اقرب سمنا وهدیا ودلا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم من ابن ام عبد، بخاری ج ۱، ص ۵۳۱، مناقب عبد اللہ بن مسعود (مریم اجمل فاؤنڈیشن ممبئی)  
۳۔ عن عبد الرحمن بن یزید، کان اقرب الناس الخ ترمذی ج ۲، ص ۲۲۱۔ مناقب عبد اللہ بن مسعود (مختارینڈیکینی، دیوبند)

۴۔ عن ابن مسعود، مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۷۸، باب جامع المناقب، الفصل الثانی (فیصل پہلی کیشنر دیوبند)  
۵۔ عن العرباض بن ساریہ، ابن ماجہ، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين ص ۵ (ایم بشیر حسن ایڈیٹر کلکتہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر اس پر عمل کیا اور یا یہ کہ اطلاق قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مثبت اس عدد کا بھی سمجھا، اور بطیب خاطر اس کو قبول فرمایا، لہذا اس عدد کو مسنون ہی کہا جائے گا، اور اس پر کسی وجہ سے شائبہ لفظ بدعت کا رکھنا سخت مذموم ہوگا، کیونکہ اولاً مطلق قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب اعداد مطلقاً مسنون ہو گئے ہیں۔

ثانیاً خود فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احیاناً اس کا استحباب ثابت ہوا۔ ثالثاً جن صحابہ کے اقتداء پر ہم کوتاہید کی گئی تھی اُن کے فعل سے یہ عدد ثابت ہوا تو گویا ان صحابہ کا فرمانا اور عمل کرنا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فرمانا اور عمل کرنا تھا، رابعاً سوائے اُن صحابہ کے دیگر صحابہ جو صد ہاتھے کسی نے اس پر انکار نہ کیا، اور سب نے اس کو بطیب خاطر قبول فرمایا، پس بعد اس کے کونسی دلیل کی حاجت ہے؟ اور اس فعل حضرت عمر کی روایات صحیح ہیں اور یزید بن رومان کی حدیث میں ہر چند کہ انقطاع ہے، مگر اولاً حدیث منقطع موطا کی خود صحیح ہے کہ امام مالک صاحب کے یہاں اور سب محدثین کے یہاں قبل زمانہ شافعی سے منقطع ثقہ کی صحیح ہوتی تھی اور ابن عبد البر کہتے ہیں کہ جتنے منقطعات مالک کی ہیں اُن کا اتصال ہم نے دوسری سند سے دریافت کر لیا ہے سوا چار روایت کے، کہ یہ روایت فعل حضرت عمرؓ کی اُن چار غیر ثابت الاتصال میں داخل نہیں اور سائب بن یزید کی روایات جو اوپر مذکور ہوئیں اُسکی مؤید ہیں اور یہ صحیح ہیں۔

اور فعل حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں بھی کوئی تعارض نہیں، کہ اولاً گیارہ کا حکم کیا تھا اور پھر اکیس کا، اور پھر تیس کا، اور چونکہ اس میں بھی اختلاف زمان ہے لہذا نہ اس میں تعارض ہے اور نہ ضعف ہے۔ اور اگر یوں کہا جاوے کہ اول دفعہ آٹھ تراویح تھی اور تین وتر، اور دوسری دفعہ اٹھارہ تراویح اور تین وتر اور تیسری دفعہ میں بیس تراویح اور تین وتر تو درست ہے۔ اور یہ ہر سہ فعل باوقات مختلفہ صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم تھے، لہذا یہ سب سنت ہیں اور کوئی معارض ایک دوسرے کے نہیں، اور

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے اوپر معلوم ہو چکا کہ تہجد میں ہے نہ تراویح میں سو وہ معارض بیس کے نہیں ہو سکتی۔ اور اگر بالفرض ہم دونوں صلوة کو ایک ہی تسلیم کریں تاہم کچھ معارضہ نہیں اس واسطے کہ یہ قول حضرت عائشہؓ کا اکثر یہ ہے نہ کلیہ اور اگر اس کو کلیہ کہا جاوے تو خود حضرت عائشہؓ تیرہ کی روایت کرتی ہیں، چنانچہ امام مالک موطا میں روایت فرماتے ہیں، اور یہ پہلے بھی گزر چکی ہے: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصَلِي بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ يَصَلِي إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ لِلصُّبْحِ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ (الحديث) پس اگر وہ روایت کلیہ قرار دی جاوے تو یہ روایت غلط ہو جاوے گی۔ اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کا تیرہ رکعت روایت کرنا جو صحیحین میں ہے غلط ہو جاوے گا۔ پس یا اس روایت کو اکثر یہ بنایا جاوے تا کہ سب روایتیں صحیح رہیں یا عدم علم حضرت عائشہؓ کے اوپر حمل کیا جاوے۔ اور عدم علم پر حمل کرنا ظاہر ہے، کہ غیر مناسب ہے، پس جیسا کہ تیرہ رکعت کی حضرت عائشہؓ سے اور دیگر صحابہؓ سے صحیح ہو گئی۔ ایسا ہی اٹھارہ اور بیس اور زائد کی بھی صحیح ہو سکتی ہے، اور جیسا کہ تیرہ اور گیارہ میں تعارض نہیں ہے، ایسا ہی بیس میں تعارض نہ رہے گا۔

بہر حال اُس حدیث ابن عباس کے مؤیدات موجود ہیں، پھر اس کے ضعف پر کیا نظر کی جاوے گی، اگر بمقابلہ گیارہ کے روایت کی صحت تیرہ رکعت کو معتبر کیا جاتا ہے، تو بیس رکعت کی روایات صحیحہ جو صحابہ کے فعل سے معتبر ہوئیں کس طرح معتبر نہ ہوں گی، بلکہ افعال صحابہؓ بھی حسب ارشاد جناب فخر عالم علیہ السلام کے مثل فعل رسول اللہ ہی کے ہوں گے۔ اب رہی یہ بات کہ بیس کے فعل کی نسبت خلفاء ثلاثہ کی طرف ہے اور خلیفہ اول سے یہ فعل سرزد نہیں ہوا، تو کچھ حرج نہیں، اس واسطے کہ خلفاء صیغہ جمع

۱۔ مروی ہے حضرت عائشہ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے رات میں تیرہ رکعتیں پھر پڑھتے تھے جب اذان صبح کی ہو جاوے اور دو رکعتیں ہلکی۔ ۱۲

۲۔ عن عائشة ام المؤمنين، موطا امام مالک ص ۴۲، صلوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الوتر (کتب خانہ اعجازیہ دیوبند)

کا ہے اور اس پر الف لام داخل ہوا ہے اور قاعدہ عربیت کا ہے کہ جب الف لام جمع پر داخل ہوتا ہے، تو وہ معنی عموم کے دیتا ہے جمع اور واحد کو دونوں کو۔ مثلاً لا اتزوج النساء اگر کہے تو جیسا کہ بہت عورتوں کے نکاح کرنے سے حانث ہوگا، ایسا ہی ایک اور دو سے بھی حانث ہو جاتا ہے، جیسا کہ لا یحلّ لك النساء من بعد میں ممانعت نکاح ایک کی اور بہت کی ثابت ہوتی ہے۔

پس تین خلیفہ کا عمل اس پر ہونا کافی ہے، اور اگر ایک خلیفہ بھی اُس کے اوپر عمل کرتے جب بھی کافی تھا چہ جائیکہ تین خلیفہ نے یہ کام کیا۔ اور سب صحابہ نے اُس پر اجماع کیا، اور مراد سنت الخلفاء سے حدیث میں وہ امر ہے کہ اصل اُس کی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں موجود ہو، مگر شیوع اُس کا نہیں ہوا پھر کسی خلیفہ نے اُس کا شیوع کر دیا۔ سو وہ فی الحقیقت سنت رسول اللہ ہی ہے، مگر چونکہ اُس کا شیوع خلفاء سے ہوا اس واسطے اُس کو سنت الخلفاء فرمایا، پس سنت الخلفاء وہی ہے کہ اصل اس کی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہو، سورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو یہ کہا تھا کہ علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين، نہ اُس امر کو کہ مخالف سنت رسول اللہ ہو کیونکہ جو امر مخالف سنت رسول اللہ ہوگا وہ امر بدعت ہوگا، اور صحابہ بھی اُسی سنت خلفاء کو التزام کرتے تھے، کہ جس کی اصل سنت رسول اللہ میں موجود ہو، اور خلفاء کی سنت بھی ایسی ہی ہوتی ہے۔ اور جب تک کہ صحابہ کو سنت خلفاء کی اصل نہ معلوم ہوتی تھی وہ قبول نہ کرتے تھے۔ مثلاً جس وقت کہ شیخین نے زید بن ثابت کو بلا کر جمع قرآن کے واسطے کہا تو چونکہ زید کو یہ امر بدعت معلوم ہوا، تو یہ جواب دیا کہ کس طرح کرتے ہو تم اُس عمل کو جس کو رسول اللہ نے نہیں کیا۔ اور زید کہتے ہیں اگر شیخین مجھ کو پہاڑ نقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ میرے نزدیک سہل تھا اس امر سے، اور اس کی وجہ وہی تھی کہ اس کو وہ بدعت سمجھ رہے تھے، لہذا انہوں نے اُس کو قبول نہ کیا یہاں تک کہ حضرت صدیقؓ نے اُن کو سمجھا دیا کہ یہ بدعت نہیں بلکہ سنت ہی ہے، اُس وقت

انہوں نے قبول فرمالیا۔ یہ قصہ بخاری میں موجود ہے: عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ ارْسَلْ اِلَيَّ ابُو بَكْرٍ مَقْتُلَ اَهْلِ الْيَمَامَةِ فَاِذَا عَمْرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهُ قَالَ ابُو بَكْرٍ اِنْ عَمْرًا تَانِي فَقَالَ اِنْ الْقَتْلُ قَدْ اسْتَحْرَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقِرَاءِ الْقُرْآنِ وَاِنِّي اَخْشَى اَنْ اسْتَحْرَ الْقَتْلُ بِالْقِرَاءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبُ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ وَاِنِّي اُرَى اَنْ تَامِرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتَ لِعَمْرٍ كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرٌ هَذَا وَاللَّهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عَمْرٌ يَرَا جَعْنِي حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لَذَلِكَ وَرَأَيْتُ فِي ذَلِكَ الَّذِي رَأَى عَمْرٌ قَالَ زَيْدٌ قَالَ ابُو بَكْرٍ اِنْكَ رَجُلٌ شَابٍ عَاقِلٌ لَا تَنْتَهَمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَّبِعُ الْقُرْآنَ فَاجْمَعُهُ فَوَاللَّهِ لَوْ كَلَفُونِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ اَثْقَلُ عَلَيَّ مِمَّا اَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتَ كَيْفَ تَفْعَلُونَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ وَاللَّهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ ابُو بَكْرٍ يَرَا جَعْنِي حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِلَّذِي لَمْ يَفْعَلْهُ ابُو بَكْرٍ وَعَمْرٌ .

۱۔ مروی ہے عبید بن سباق سے کہ تحقیق زید بن ثابت نے فرمایا کہ بھیجا کوئی آدمی حضرت ابوبکرؓ نے میری طرف جبکہ یمامہ والوں کے ساتھ مقابلہ تھا پس ناگاہ حضرت عمرؓ کو میں نے وہاں پایا فرمایا حضرت ابوبکرؓ نے کہ حضرت عمرؓ میرے پاس آئے اور کہا کہ قتل شدید ہوا ہے یمامہ کے مقابلہ میں قرآن کی قاریوں پر اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر ایسے ہی قتل رہا قاریوں پر اور طرفوں میں تو اکثر کلام اللہ ہمارے ہاتھوں سے جاتا نہ رہے گا اور مناسب مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ امر کریں کلام اللہ جمع کرنے کا کہا میں نے (یعنی حضرت ابوبکرؓ نے) عمرؓ کے تئیں کیسے تجویز کرتا ہے تو ایسی بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی۔ کہا حضرت عمرؓ نے یہ بات واللہ اچھی ہے پس رہے حضرت عمرؓ اصرار کرتے یہاں تک کہ جمادیا اللہ نے سینہ میرا اس بات پر اور سمجھ گیا میں وہ بات جو حضرت عمرؓ سمجھے کہا زید بن ثابت نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ نے تحقیق تو تو انا اور عاقل ہے نہیں متمم جانتے ہم تم کو اور البتہ تم تھے لکھتے تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پس جو کلام اللہ کی اور جمع کر اُسے (کہا زیدؓ نے) پس قسم اللہ کی اگر تکلیف دیتے مجھے کسی پہاڑ کے اٹھانے کی نہ گراں گزرتا مجھ پر اُس سے کہ امر کیا اُن دونوں نے یعنی جمع کرنا کلام اللہ کا پس عرض کی میں نے کیسے تجویز کرتے ہو تم ایسے چیز کہ نہیں کیا اُس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات واللہ اچھی ہے۔ پس ایسے ہی رہے حضرت ابوبکرؓ اصرار کرتے یہاں تک کہ جمادیا اللہ نے جی میرا اُس بات پر کہ جیسے تھے اُس پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ۱۲

اس سے صاف ظاہر ہے، کہ قبول کرنا صحابہ کا سنت خلفاء کو اس وقت ہوتا تھا، کہ ان کے نزدیک وہ سنت موافق سنت رسول اللہ کے ہوتی تھی، پس یہ سنت عشرین رکعت بھی ایسی ہی ہے، کہ اس کی اصل سنت رسول اللہ میں موجود ہے، اسی واسطے تمام صحابہ نے اس وقت میں اُس کو قبول کیا، اور اُس پر عامل رہے، اور کسی وقت کسی ایک نے بھی صحابہ میں سے اس پر انکار نہ کیا، نہ اس کو مخالف سنت رسول اللہ سمجھا۔ اگرچہ بعض نے اُس پر عمل نہ کیا ہو بلکہ دوسرے عدد پر عمل کیا ہو کہ وہ بھی سنت سے اُن کے نزدیک ثابت تھا۔ مگر انکار ہرگز کسی نے نہیں کیا۔ اگر کسی کو دعویٰ ہے تو ظاہر کرے۔ پس جب اجماعاً اس کا ثبوت بلا انکار قرن صحابہ میں ہو گیا، تو یہ جمع علیہ ہو گیا اور سنت رسول اللہ ہونا اس کا واضح ہو گیا: قَالَ عَلَيْهِ السَّلَام لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ پس بعد ایسی دلیل قطعی کے کسی اہل فہم کو جسارت نہ ہوگی کہ اُس کو بدعت کہے مگر ہاں اس کو بھی سنت جان کر دوسرے عدد پر جو کہ سنت سے ثابت ہے اس سے کم یا زیادہ اگر اُس پر عمل کرے تو ملامت نہیں مگر اُن لوگوں پر کہ جو آٹھ رکعت پر قناعت کرتے ہیں۔

اور اس سے زیادہ سے اعراض کرتے ہیں بسبب ترک کر دینے سنت خلفاء راشدین کے کہ فی نفس الامر وہ بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور بقول علیہ السلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ جو کہ امر مؤکد ہے شائبہ الزام ضرور ہوگا کیونکہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں سنتوں کا معمول بنانا ہے یہ حکم نہیں فرمایا کہ میری سنت کو لیکر خلفاء کی سنت کو ترک کر دو بلکہ دونوں پر التزام کرو کما لا يخفى، مگر اس کو بدعت کہنا نہایت زبون اور شنیع ہے بعد اس کے کسی دلیل کی حاجت نہیں۔

۱۔ فرمایا آنحضرت نے نہ اکٹھی ہوگی امت میری گمراہی پر۔ ۱۲

۲۔ لازمی بناو سنت میری اور سنت خلفاء راشدین کی جو کہ ہدایت یاب ہیں چکلیوں سے پکڑو اُسے (یعنی پورے اہتمام سے) ۱۲

۱۔ ابن ماجہ، باب السواد الاعظم، عن انس بن مالك: ۲۹۱ (ایم بشیر حسن ایڈ سنر کلکتہ)

۲۔ عن العریاض بن ساریہ، ابن ماجہ، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، ص ۵ (ایم بشیر حسن ایڈ سنر کلکتہ)

اب روایت فتح الباری شرح بخاری کی نقل کی جاتی ہے کہ جس سے مذاہب علماء وفقہاء دریافت ہو جائیں، اگرچہ اوپر کی عبارات سے بھی معلوم ہو گئے تھے مگر اس میں زیادہ بسط ہے قال فی فتح الباری لم يقع فی هذه الرواية عدد الركعات

۱۔ بخاری کی اس روایت میں تراویح کی تعداد مذکور نہیں ہوئی جو ابی بن کعب پڑھایا کرتے تھے اور اس میں مختلف روایتیں آئی ہیں موطا مالک میں محمد بن یوسف سے روایت ہے کہ سائب بن یزید صحابی کہتے ہیں کہ وہ گیارہ رکعت تھیں اور اسی روایت (گیارہ والی) کو سعید بن منصور نے بھی دوسرے طریق سے روایت کیا ہے اور یہ بھی روایت کیا ہے کہ وہ بیس سوڑتیں پڑھا کرتے تھے اور طول قرأت کے سبب عصا پر تکیہ لگا کر کھڑے ہوتے تھے اور روایت کیا اس کو محمد بن نصر مروزنی نے محمد بن اسحاق کے طریق سے و محمد بن یوسف سے اور اُس میں تیرہ رکعت بیان کی ہیں اور عبد الرزاق نے دوسرے طریق سے محمد بن یوسف سے اکیس رکعت روایت کی ہیں اور مالک نے یزید بن حصیفہ کے طریق سے اُس نے سائب بن یزید سے بیس رکعت کی روایت کی ہے اور یہ سوائے وتر کے معمول ہیں اور یزید بن رومان سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھا کرتے تھے اور محمد بن نصر نے عطاء کے طریق سے روایت کی ہے کہ عطاء نے کہ میں نے لوگوں کو پایا ہے کہ بیس رکعت مع وتر پڑھتے تھے ان روایات میں یوں تطبیق دی جاسکتی ہے کہ یہ سب روایتیں مختلف اوقات پر معمول ہیں (یعنی کبھی گیارہ رکعت اور کبھی تیرہ اور کبھی اکیس کبھی بیس پڑھتے تھے) اور یہ بھی احتمال ہے کہ رکعتوں کی کمی زیادتی قرأت کے زیادہ اور کم ہونے کے باعث سے ہے جب قرأت زیادہ پڑھتے تو رکعتیں کم کر دیتے اور بالعکس اسی تطبیق کے ساتھ داؤدی وغیرہ اہل علم نے جزم کیا ہے، اور پہلا عدد گیارہ رکعت کا آنحضرت کے فعل کے موافق ہے جو ابی باب میں حضرت عائشہ کی حدیث میں مذکور ہے اور دوسرا عدد تیرہ رکعت کا بھی اُسی کے قریب ہے اور بیس سے زیادہ یعنی اکیس اور بیس میں جو اختلاف ہے وہ وتر کی کمی زیادتی کی وجہ سے ہے کبھی ایک وتر پڑھتے تو اکیس ہو جاتیں اور تین پڑھتے تو بیس، اور محمد بن نصر نے روایت کی ہے کہ داؤد بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے ابان بن عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے عہد میں لوگوں کو مدینہ میں چھتیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے پایا ہے، مالک نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہی قدیم سے رائج ہے اور زعفرانی سے روایت ہے کہ شافعی نے کہا کہ میں نے لوگوں کو مدینہ میں انتالیس رکعتیں رکعت تراویح پڑھتے دیکھا ہے اور ان میں کسی بات پر شک نہیں ہے اور شافعی ہی سے روایت ہے کہ اگر لوگ قیام کو لبا اور رکعتوں کو کم کریں تو اچھا ہے اور اگر رکعتیں زیادہ پڑھیں اور قرأت کو کم کریں تو بھی اچھا ہے لیکن قرأت کو زیادہ کرنا اور رکعتوں کو کم کرنا میرے نزدیک محبوب تر ہے، ترمذی نے کہا زیادہ سے زیادہ انتالیس رکعت تک مروی ہے یعنی وتر سمیت، ترمذی نے ایسا ہی ذکر کیا ہے اور تحقیق ابن عبد البر نے نقل کیا ہے کہ اسود بن یزید سینتالیس رکعت پڑھتے تھے اور بعض نے کہا اڑتیس رکعت، اس کو محمد بن نصر نے بروایت ابن ابی مالک سے روایت کیا ہے اور اُس کے ساتھ تین وتر ملانے سے وہی انتالیس ہو سکتی ہیں لیکن اس میں ایک وتر کی تصریح کی ہے تو انتالیس رکعت ہوئیں، مالک نے کہا کئی اوپر سو برس سے اسی پر عمل چلا آیا ہے اور مالک سے چھتیس رکعت نقل اور تین وتر بھی منقول ہیں اور مشہور ان سے اسی طرح ہے اور تحقیق ابن وہب نے عمری سے عمری نے نافع سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے جن (لوگوں) کا زمانہ پایا ہے، وہ انتالیس رکعت پڑھتے تھے کہ تین اہل میں وتر ہوتی اور زرارۃ بن اونی تابعی سے روایت ہے کہ وہ بصرہ میں لوگوں کو علاوہ وتر کے چونتیس رکعت پڑھاتے تھے اور سعید بن جبیر (تابعی کبیر) سے علاوہ وتر کے چونتیس رکعت کی روایت ہے اور بعض نے کہا علاوہ وتر کے سولہ رکعت روایت کیا اس کو محمد بن نصر نے ابی جزلہ (تابعی) سے اور محمد بن نصر نے محمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ مجھ کو محمد بن یوسف نے حدیث کی کہ ان کے دادا سائب بن یزید صحابی نے کہا ہم حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تیرہ رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے، ابن اسحاق تابعی کہتے ہیں کہ اساتذہ سے جو ہم نے سنا ہے اس میں یہی تیرہ رکعت کی زیادہ ثابت ہیں اور وہ آنحضرت کی نماز شب کے موافق بھی ہے جو حضرت عائشہ کی حدیث میں مذکور ہے۔



التي كان يصلي بها ابي بن كعب وقد اختلف في ذلك ففي الموطا عن محمد بن يوسف عن السائب بن يزيد انها احدى عشرة ركعة ورواه سعيد بن منصور من وجه آخر وزاد فيه وكانوا يقرئون بالمئين ويقومون على العصي من طول القيام ورواه محمد بن نصر المروزي من طريق محمد بن اسحاق عن محمد بن يوسف فقال ثلث عشرة ورواه عبدالرزاق من وجه آخر عن محمد بن يوسف فقال احدى وعشرين وروى مالك من طريق يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد عشرين ركعة وهذا محمول على غير الوتر وعن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون في زمان عمر بثلث وعشرين وروى محمد بن نصر من طريق عطاء قال ادركتهم في رمضان يصلون عشرين ركعة وثلث ركعات الوتر والجمع بين هذه الروايات ممكن باختلاف الاحوال ويحتمل ان ذلك الاختلاف بحسب تطويل القراءة وتخفيفها فحيث يطيل القراءة تقل الركعات وبالعكس وبذلك جمع الداؤدي وغيره والعدد الاول موافق لحديث عائشة المذكور بعد هذا الحديث في الباب والثاني قريب منه والاختلاف فيما زاد على العشرين راجع الى الاختلاف في الوتر وكأنه كان تارة يوتر بواحدة وتارة بثلث وروى محمد بن نصر من طريق داؤد بن قيس قال ادركت الناس في اماره ابان بن عثمان وعمر بن عبدالعزيز يعني بالمدينة يقومون بست وثلثين ركعة ويوترون بثلث وقال مالك هو الامر القديم عندنا وعن الزعفراني عن الشافعي رايه الناس يقومون بالمدينة بتسع وثلثين وبمكة بثلث وعشرين وليس في شيء من ذلك ضيق وعنه قال ان اطالوا القيام واقلوا السجود فحسن وان اكثروا السجود واخفوا القراءة فحسن والاول احب الى وقال الترمذي اكثر ما قيل فيه انها تصلى احدى واربعين ركعة يعني بالوتر كذا قال وقد نقل ابن عبدالبر عن الاسود بن يزيد تصلى اربعين ويوتر بسبع وقيل ثمان وثلثين ذكره محمد بن نصر عن ابن ايمن عن مالك

وهذا يمكن رده الى الاول بانضمام ثلث الوتر لكن صرح في روايته بانه يوتر بواحدة فتكون اربعين الا واحدة قال مالك وعلى هذا العمل منذ بضع ومائة سنة وعن مالك ست واربعون وثلث الوتر وهذا هو المشهور عنه وقد رواه ابن وهب عن العمري عن نافع قال لم ادرك الناس الا وهم يصلون تسعا وثلثين يوترون منها بثلث وعن زرارة بن اوفى انه كان يصلي بهم بالبصرة اربعا وثلثين ويوتر وعن سعيد بن جبير اربعا وعشرين وقيل ست عشرة غير الوتر روى عن ابي مجلز عن محمد بن نصر واخرج من طريق محمد بن اسحق حدثني محمد بن يوسف عن جده السائب بن يزيد قال كنا نصلي زمن عمر في رمضان ثلث عشرة قال ابن اسحق وهذا اثبت ما سمعت في ذلك وهو موافق لحديث عائشة في صلوة النبي صلى الله عليه وسلم من الليل والله اعلم انتهى<sup>١</sup>.

الحاصل گیارہ رکعت تراویح سے جو زیادہ عدد منقول ہیں اس پر کسی نے قرونِ ثلاثہ میں انکار نہیں کیا اگرچہ عمل اُس پر نہ کیا ہو تو بس جواز و سنت جملہ اعداد پر اجماع ہو گیا بعد از اس قرون کے اگر کسی نے اُس پر انکار کیا تو وہ قابل التفات کے نہیں لہذا بیس رکعات کو یا اس سے زیادہ کو بدعت کہنا ہرگز سزاوار نہیں، چنانچہ واضح ہو گیا اور یہ مدعا در صورت اتحاد دونوں صلوة کے بھی حاصل ہے۔ بحث تفرقہ ہر دو صلوة کے بسبب سوال سائل کے کی گئی، اگرچہ رائے بعض علماء سلف سے یہ رائے خلاف ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر  
رشید احمد غنی عنہ گنگوہی  
۱۶/شوال ۱۳۱۵ھ

۱۔ فتح الباری، المجلد الرابع، کتاب صلوة التراویح ص ۲۵۳-۲۵۴ (مکتبۃ الرياض الحديثية، البطحاء، الرياض)

۲۔ پیش نظر نسخہ میں بالمائین ہے، لیکن عمدۃ القاری میں بالمئین ہی ہے، دیکھئے: عمدۃ القاری الجزء الثامن کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان ص: ۲۴۵-۲۴۶ (زکریا بک ڈپو دہند)